اس کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ انسان بالآخر اور درحقیقت صرف ایک ہی خواہش رکھتا ہے اور وہ کسی نصب العین کی خواہش ہوتی ہے۔ اس کی باقی ماندہ تمام نفسیاتی یا جبلّتی خواہشات اس ایک خواہش کے تابع اور اس کی خدمت گزار ہوتی ہیں۔ یہی ایک خواہش اس کے تمام اعمال و افعال کی اصلی اور بنیادی قوّت محرکہ ہوتی ہے اور اس کی فطرت کی کوئی اور قوّت اس کے کسی عمل یا فعل کو پیدا نہیں کرتی۔ یہی خواہش فطرت انسانی کا وہ طاقتور اور زبردست جذبۂ عمل ہے جس کو فرائڈ نے غلطی سے جنسی محبّت کا جذبہ سمجھا ہے۔ جسے ایڈلر نے نادانی سے قوّت یا غلبہ حاصل کرنے کی خواہش کا جذبہ قرار دیا ہے۔ جس پر میکڈوگل کو یہ دھوکا ہوا ہے کہ وہ انسان کی جبلّتی یا حیوانی خواہشات کے ایک پُراسرار مرکب کا جذبہ ہے اور جسے کارل مارکس نے بلا دلیل یہ فرض کر لیا ہے کہ وہ انسان کی اقتصادی ضروریات کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے۔

(جاری ہے)

ٹیلی وژن پروگرام 'الھدیٰ'

کی ویڈیو اور آڈیو کیسٹس کی تلاش ہے

جن حضرات کے پاس محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ٹیلی ویژن پروگرام الھدیٰ کی مکمل یا بعض اقساط ویڈیو (VIDEO) یا آڈیو (AUDEO) کیسٹس کی صورت میں موجود ہوں اُن سے درخواست ہے کہ وہ ہمیں مطلع فرمائیں۔ ہم ممنون ہوں گے اگر وہ ہمیں یہ کیسٹس عاریتاً دے سکیں ہم ان کیسٹس کی کاپیاں بنوا کر بحفاظت انہیں واپس کر دینگے (ان شاء اللہ) اور اگر وہ پسند کریں تو اس تعاون پر ہماری طرف سے معقول معاوضہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔

برائے رابطہ: نشر القرآن کیسٹ سیریز، ۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۴

فون: ۸۵۲۶۸۳ - ۸۵۲۶۱۱

com

(۲)

حکمت اقبال

ڈاکٹر محمد رفیع الدین

آرزوئے حسن اور علم کا باہمی تعلق

اوپر میں نے ایک اصطلاح "علمی حقیقت" استعمال کی ہے اس اصطلاح کا مفہوم واضح کرنے کے لیے اور یہ بتانے کے لیے کہ علم کی حقیقت کیا ہے اس کے حصول کے لیے خدا نے ہمیں کون سی استعداد بخشی ہے اور وہ کس طرح سے اپنا کام کرتی ہے۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ نہ صرف پوری کائنات ایک وحدت ہے بلکہ کائنات کی ہر چیز جسے ہم جانتے ہیں یا جان سکتے ہیں ایک وحدت ہے یا کم از کم ہم اُسے ایک وحدت کی حیثیت سے ہی جان سکتے ہیں اور کسی حیثیت سے نہیں جان سکتے۔ اگر وہ ایک وحدت نہ بن سکے تو ہم اُسے جان ہی نہیں سکتے اور وہ ہمارے لیے قطعاً بے معنی ہو جاتی ہے۔ ایک وحدت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ معنی خیز ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم اُسے جان سکتے ہیں۔ اگر وہ معنی خیز نہ ہو تو نہ وہ ایک وحدت بن سکتی ہے اور نہ ہی ہم اُسے جان سکتے ہیں۔ کئی چھوٹی چھوٹی وحدتیں مل کر ایک بڑی وحدت بناتی ہیں اور پھر کئی بڑی بڑی وحدتیں مل کر اس سے بھی بڑی وحدت بناتی ہیں۔ یہاں تک کہ ہم سب سے بڑی وحدت یعنی پوری کائنات پر پہنچ جاتے ہیں کوئی بڑی وحدت چند چھوٹی وحدتوں کا ایک مجموعہ ہی نہیں ہوتی بلکہ ایک کُل (WHOLE) کی صورت میں ہوتی ہے جو ہمیشہ اپنے اجزا یا عناصر سے بڑھ کر ہوتا ہے اور جس کی تشریح یا تفہیم فقط اس کے اجزا یا عناصر سے نہیں ہو سکتی جیسے کہ ایک جسم حیوانی کہ وہ فقط چند اعضا کے مجموعہ کا نام نہیں یا جیسا کہ ایک خوبصورت شاہکار ہنر جس کی دلکشی اس کے اجزا پر نہیں بلکہ ایک مجموعی کیفیت پر موقوف ہوتی ہے جو اجزا کی ترکیب کا ایک پُراسرار نتیجہ ہوتا ہے۔ کسی وحدت کو جاننے کے لیے قدرت نے جو ہمیں استعداد بخشی ہے وہ ہماری آرزوئے حسن ہے جسے اقبال عشق بھی کہتا ہے۔ آرزوئے حسن جب جاننے کے کام میں لگی ہوتی ہے تو اسے ہم عام طور وجدان (INTUITION) کا نام دیتے ہیں۔ کسی وحدت کا وجدان ایک احساس یا اعتقاد کی صورت میں ہوتا ہے ہمارا تمام علم

© rasailojaraid.c

فقط وجدانی تصورات یا اعتقادات کے ایک سلسلہ یا مجموعہ کی شکل اختیار کرتا ہے اور ہمارے علم کے درست یا غلط ہونے کا سارا دارومدار اس بات پر ہوتا ہے کہ ہمارے یہ اعتقادات درست ہیں یا غلط۔

حواس اور عقل دونوں آرزوئے حسن یا وجدان کے مددگار ہیں

عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ ہم حواس یا عقل کے ذرائع سے بھی جانتے ہیں اور اپنی علمی جستجو میں سائنسدان کا دارومدار زیادہ تر حواس پر ہوتا ہے اور فلسفی کا عقل پر لیکن دراصل حواس اور عقل دونوں ہماری آرزوئے حسن یا ہمارے وجدان کے مددگار ہیں یہ خود نہ وحدتوں کو جانتے ہیں اور نہ جان سکتے ہیں بلکہ وجدان ان کی مدد سے وحدتوں کو جانتا ہے اس میں شک نہیں کہ وجدان غلطی بھی کرتا ہے لیکن غلطی کے بغیر جاننا بھی وہی ہے اسی لیے طالبان علم وصداقت کی حیثیت سے اور معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے انسانوں کی حیثیت سے بھی وجدان کے بغیر ہمارا چارہ نہیں۔

اس وقت میں جس کمرہ میں ہوں وہاں کمرہ کے دوسرے سرے پر میرے سامنے دور سبز رنگ کی ایک دیوار کے ساتھ ایک کرسی پڑی ہے لیکن یہ بات کہ وہ کرسی ہے میرا وجدانی نتیجہ ہے جو ایک احساس یا اعتقاد کی صورت میں ہے۔ میرا مشاہدہ ہرگز نہیں میں کرسی کو نہیں دیکھ رہا بلکہ رنگ کی ایک کیفیت کو دیکھ رہا ہوں جو میرے وجدان یا اعتقاد کی دخل اندازی کے بغیر بے معنی ہوتی۔ اگر میں کہوں کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک کرسی ہے تو یہ بات قطعاً غلط ہوگی لیکن اگر میں کہوں کہ جو کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اس کی بنا پر میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ وہ ایک کرسی ہے تو یہ بات صحیح ہوگی۔ میرا یہ نتیجہ کہ وہ ایک کرسی ہے غلط بھی ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ایک کرسی نہ ہو بلکہ کرسی کے پیچھے کی سبز دیوار پر ایک ماہر نقاش کا بنایا ہوا نقش ہو۔ اگرچہ میں نے اس کل یا وحدت پر جسے میں ایک کرسی کہہ رہا ہوں اپنے وجدان یا اپنی آرزوئے حسن کو کام میں لاکر پورا غور وفکر کیا ہے اور اپنی عقل سے اس کی اندر کی چھوٹی چھوٹی وحدتوں کے باہمی تعلق کا پورا جائزہ لیا ہے اور میرا وجدان اس اعتقاد پر پہنچا ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی وحدتیں مل کر جس بڑی وحدت کو بناتی ہیں وہ ایک کرسی ہی ہوسکتی ہے ایک نقش نہیں ہوسکتی تاہم غلطی کا

امکان موجود ہے۔ میں پوری کرسی نہیں دیکھ رہا بلکہ صرف کرسی کے اوپر کی اس سطح کو دیکھ رہا ہوں جس کا رُخ میری طرف ہے۔ اور دراصل میں اس سطح کو بھی نہیں دیکھ رہا بلکہ رنگ کی ایک بے معنی کیفیت کو دیکھ رہا ہوں میرا یہ نتیجہ کہ رنگ کی یہ کیفیت کسی کرسی کی سطح کا ایک حِصّہ ہے اور پھر یہ نتیجہ کہ یہ کرسی کی سطح کا ایک حِصّہ ہی نہیں بلکہ پوری کرسی ہے فقط ایک اندرونی احساس یا اعتقاد ہے جسے پیدا کرنے کے لیے میرے مشاہدہ کی شہادت ناکافی ہے یہی وجہ ہے کہ گو ہمارے حواس اپنا پُورا کام کر رہے ہوتے ہیں ہم بار بار اپنے وجدان کی غلطیوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں یہی حال ہمارے تمام حسّی تجربات کا ہے خواہ ان کا ذریعہ دیکھنا ہو یا سُننا یا چکھنا یا سونگھنا یا چھُونا۔ ان میں سے کوئی بھی میرے وجدان کے بغیر اور ایک وحدت کی صورت اختیار کیے بغیر وجود میں نہیں آسکتا قرآن حکیم نے حضرت سلیمان اور ایک سورج پرست ملکہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے

قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ
سَاقَيْهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيرَ ۗ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي
وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اس (سورج پرست ملکہ) کو کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جائیے جب اس نے محل (کے فرش) کو دیکھا تو اُسے گمان ہوا کہ وہ پانی ہے اور اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اسمیٹ لیا (تاکہ بھیگ نہ جائے) حضرت سلیمان نے کہا یہ محل تو شیشہ کا بنا ہوا ہے۔ اس پر ملکہ نے کہا "اے میرے پروردگار میں اپنی جان پر ظلم کرتی رہی ہوں اور میں سلیمان کی طرح اللہ رب العٰلمین پر ایمان لاتی ہوں۔"

رب العٰلمین پر ایمان لانے کے لیے تو حضرت سلیمان کا پیغام پہلے ہی پہنچ چکا تھا ملکہ نے دیکھا کہ کوئی تعجب نہیں کہ جس طرح وہ شیشہ کو پانی سمجھ رہی تھی وہ اپنے معبود حقیقی کے بارے میں بھی غلطی کا ارتکاب کر رہی ہو اور غلطی سے ہی سورج کو خدا سمجھ رہی ہو لہٰذا اس نے فوراً اپنے ایمان کا اعلان کر دیا۔

اس قصہ کا ایک مقصد یہ بتانا ہے کہ نبوّت انسان کی عملی زندگی کے لیے بنیادی اہمیّت رکھنے والے حقائق کے بارہ میں انسان کو وجدان کی غلطیوں سے بچانے کے لیے قدرت کا ایک انتظام ہے۔

© rasailojaraid.c

عقل کا وظیفہ

جسے ہم عقل کہتے ہیں اس کا کام فقط یہ ہے کہ وجدان جن وحدتوں کو قبول کر چکا ہوتا ہے وہ ان کے باہمی تعلق کا جائزہ لے تاکہ اس تعلق کی روشنی میں وجدان ایک اور بڑی نامعلوم وحدت کو معلوم کرے جو ان معلوم وحدتوں سے مطابقت رکھتی ہو اور جس کے عناصر یا اجزا یہ وحدتیں ہوں یا ایسی بہت سی چھوٹی چھوٹی نامعلوم وحدتوں کو معلوم کرے جو ایک بڑی معلوم وحدت کے اجزا اور عناصر کے طور پر ہوں۔ اوّل الذکر عمل کو ترکیب (SYNTHESIS) اور ثانی الذکر کو تجزیہ (ANALYSIS) کہا جاتا ہے وحدتوں کا باہمی تعلق معلوم کرنے کے لیے عقل ایک وحدت سے دوسری وحدت کی طرف اور دوسری سے تیسری کی طرف اور تیسری سے چوتھی کی طرف جاتی ہے اور ان سب کے باہمی تعلق کو ٹٹولتی ہے۔ عقل کا کام صرف یہ ہے کہ کسی وحدت تک پہنچنے کے لیے ہمارے وجدان کو اُکسائے وہ فقط کسی وحدت کے اجزا کے تعلقات پر غور کرتی ہے۔ پوری وحدت کا احساس نہیں کرسکتی۔ وحدت کا احساس یا علم اس کا وظیفہ نہیں۔ جب ہمارا وجدان کسی وحدت کے علم تک پہنچتا ہے تو اس سے بہت پہلے عقل اس سے رخصت ہو چکی ہوتی ہے اور ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ایسا ہوا ہے عقل وہ راستہ دکھاتی ہے جو منزل کو جاتا ہے لیکن خود ہمارے ساتھ منزل پر نہیں پہنچتی۔ منزل پر پہنچنا تمنائے حسن کا کام ہے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

خرد سے راہ رو روشن بصر ہے
خرد کیا ہے چراغِ رہ گزر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغِ رہ گزر کو کیا خبر ہے

عقل گو منزلِ عشق سے دُور نہیں رہتی لیکن اس منزل میں داخل نہیں ہو سکتی :

.com

عقل گو آستاں سے دُور نہیں
اس کی قسمت میں پر حضور نہیں

اگر یہ کہا جائے کہ آرزوئے حسن یا وجدان کے بغیر وحدتوں کے باہمی تعلقات کا جائزہ لینا مثلاً یہ بتانا کہ نو کا عدد چار سے بڑا ہے ممکن نہیں۔ لہٰذا کیوں نہ یہ کہا جائے کہ عقل آرزوئے حسن یا وجدان کی اس خاص حالت کا نام ہے جب وہ وحدتوں کے درمیان حرکت کر رہی ہوتی ہے تاکہ ان کی باہمی نسبتوں کو دریافت کرے تو اقبال اس سے بھی اختلاف نہیں کرتا اور مانتا ہے کہ عقل بھی عشق ہے اور ذوقِ حسن سے عاری نہیں لیکن وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ عقل کی فعلیت وحدتوں کے باہمی تعلقات کو ٹٹولنے کے لیے حرکت تک محدود رہتی ہے اس کی جرأت نہیں کہ ایک محب یا عاشق کی طرح کسی وحدت یا زیبائی یا حسن کا مشاہدہ یا مطالعہ کرنے کے لیے رُک جائے اور حسن کے کسی جلوہ پر فدا ہو کر اپنی حرکت کو سکون میں بدل دے۔ چنانچہ اقبال کہتا ہے:

عقل ہم عشق است و از ذوقِ نگاہ بیگانہ نیست
لیکن ایں بے چارہ را آں جرأتِ رندانہ نیست

جونہی کہ ہم وجدان کے باہمی تعلقات کا جائزہ لینے کی بجائے کسی وحدت کا احساس بطور وحدت کے کرنے لگ جائیں یا محسوس کرنے لگ جائیں کہ ہم کسی علم تک پہنچ گئے ہیں یا ہم نے کسی بات کو جان لیا ہے فوراً ہماری عقل فعلیت موقوف اور ہمارے وجدان کی فعلیت شروع ہو جاتی ہے۔

ایک مثال سے عقل اور وجدان کے باہمی تعلق کی وضاحت

عقل اور وجدان (یا آرزوئے حسن) کے باہمی تعلق پر غور کرنے کے لیے ایک ایسے شخص کو فرض کیجیے جس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہو اور پھر اسے چھوڑ دیا گیا ہو کہ وہ ایک بڑے مکان میں جس سے وہ ایک حد تک آشنا ہے ٹٹولتا ہوا ایک خاص کمرے کی طرف نکل جائے جب وہ اپنے ہاتھوں سے دیواروں، ستونوں، دروازوں، کھڑکیوں، سیڑھیوں اور راستوں کو ٹٹولتا جاتا ہے تو اس بات کا صحیح اور پورا تصور اپنے ذہن میں قائم کرتا جاتا ہے کہ وہ مکان کے کس حصّہ میں پہنچا ہے۔ اُس کے ٹٹولتے ہوئے ہاتھ اسے اپنے ماحول کا صرف ایک حصّہ دکھاتے

© rasailojaraid.com

ہیں وہ حصہ جس سے وہ اندھیرے میں چھوتا ہے لیکن اسے مکمل راہ نمائی صرف اپنے تصور سے ملتی ہے جو مکان کے ہر حصہ کی جس میں وہ قدم رکھتا ہے پوری تصور اس کے سامنے پیش کرتا جاتا ہے عقل (REASON) دراصل اس آدمی کے ٹٹولتے ہوئے ہاتھوں کی طرح ہے جو اس کے راستہ کے بعض نشانات کا پتہ دیتے ہیں اور وجدان (INTUITION) اس کے تصور کی طرح ہے جو اندر سے اس کے ماحول کا پورا نقشہ اس کے سامنے پیش کر دیتا ہے جس طرح اس پٹی باندھنے والے شخص کے راہ نما تصور کا باعث مکان سے اس کی سابقہ واقفیت ہے اسی طرح سے ہمارے وجدان کا باعث ہماری فطری آرزوئے حسن ہے۔

نفسیات تشاکلی کے متعلق اقبال کی رائے

جرمن ماہرین نفسیات کا ایک مکتب جسے وحدتوں کی نفسیات (GESTALT PSYCHOLOGY) یا نفسیات تشاکلی (CONFIGURATION PSYCHOLOGY) کہا جاتا ہے اس حقیقت کے ثبوت میں نہایت ہی زوردار اور یقین افروز تجرباتی شواہد بہم پہنچاتا ہے کہ خارجی دنیا کے متعلق انسان کا علم وحدتوں کی شکل اختیار کرتا ہے اس مکتب نفسیات کا کہنا یہ ہے کہ ذی شعور کردار کے گہرے مطالعہ سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ اس میں معرفت یا پہچان حسیات کے سلسلہ سے بلند اور بالا ہو کر کام کرتی ہے اس معرفت یا پہچان سے اشیا کے مادی، مکانی یا علتی تعلق کے بارہ میں شعور کا علم یا اندازہ ہوتا ہے یعنی انسانی شعور مختلف اشیاء کے ایک بے ترتیب مجموعہ سے بعض اشیاء کو جو اس کے مقصد کے پیش نظر ایک وحدت بناتی ہیں چن لیتا ہے اس مکتب نفسیات کے متعلق اقبال لکھتا ہے:۔

> "تاہم اس خیال سے کچھ اطمینان ہوتا ہے کہ شاید جرمنی کا نیا مکتب نفسیات جسے نفسیات تشاکلی کہا جاتا ہے نفسیات کو ایک آزاد اور مستقل علم کی شکل دینے میں کامیاب ہو جائے اور اسی طرح سے شاید ابداعی ارتقا (EMERGENT EVOLUTION) کا نظریہ بھی آخر کار حیاتیات کی آزادی اور استقلال کا باعث بن سکے"

> کرداریت (BEHAVIOURISM) اور منطقی اثباتیت

اور اس قسم کے دوسرے سطحیت پسند فلسفے جو فلسفہ کے اس عالمگیر انحطاط کے دور میں حشرات الارض

com

کی طرح پیدا ہو رہے ہیں ان کی وجہ یہ ہے کہ ان کے منکرینِ شعور موجدوں اور مبلغوں کی نگاہ ابھی تک انسان کے حسّی تجربات کی وجدانی اور مابعد الطبیعاتی بنیاد پر نہیں پڑی۔

چونکہ ہمارے وجدان کا باعث ہماری آرزوئے حسن ہے اقبال نے وجدان کو عشق اور جنون اور نظر وغیرہ ناموں سے بھی تعبیر کیا ہے۔

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

سپاہ تازہ برانگیزم از ولایتِ عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوتِ خرد است

زمانہ ہیچ نداند حقیقتِ او را ـــــــــــ
جنوں قباست کہ موزوں بقامتِ خرد است

سائنس اور وجدان

جب سائنسدان کے پاس نام نہاد "مشاہداتی حقائق" (OBSERVED FACTS) (جن کو درحقیقت ہمارا وجدان صورت پذیر کرتا ہے) کی کچھ تعداد فراہم ہو جاتی ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ ان کی تشریح کے لیے بالفاظ دیگر ان کو منظم کر کے ایک وحدت بنانے کے لیے اُسے ایک مفروضہ (HYPOTHESIS) یا نظریہ (THEORY) کی یا ایک وجدانی یا اعتقادی تصور کی ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ اس قسم کا ایک وجدانی مفروضہ ایجاد کرتا ہے اگر یہ مفروضہ جو درحقیقت مابعد الطبیعات کی دنیا سے لایا جاتا ہے ان تمام حقائق کی معقول تشریح کرتا ہو یعنی ان کو منظم کر کے ایک وحدت بناتا ہو تو وہ مفروضہ

© rasailojaraid

بھی جب تک کہ ان حقائق کی معقول تشریح کر رہا ہو ایک ایسی ہی قابل یقین حقیقت شمار کیا جاتا ہے جیسی کہ کوئی اور علمی حقیقت جس کو سائنسدان مشاہدہ قرار دیتا ہے۔ اگرچہ یہ حقیقت سائنسدانوں کے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق کبھی مشاہدہ میں نہ آئی ہو کیونکہ اس صورت میں کوئی دوسرا مفروضہ ان حقائق کی تشریح نہیں کر سکتا اور اس مفروضہ کی جگہ نہیں لے سکتا گویا سائنسدان ایک غائب چیز کی موجودگی پر اس کے نتائج و اثرات کی وجہ سے یقین کر لیتا ہے یہی ایمان بالغیب ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔

ویومنون بالغیب (وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں)

وجدانی مفروضات کی ضرورت

سائنسدان پر ہی موقوف نہیں۔ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں مفروضات ایجاد کرتے رہتے ہیں یعنی بعض تصورات پر ایمان بالغیب لاتے رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ "کل سورج طلوع ہوگا" یا یہ کہ "میرا دوست سخی ہے" حالانکہ سورج کا آج طلوع ہونا تو ایک مشاہداتی علم ضرور ہے لیکن اس کا کل طلوع ہونا محض ایک مفروضہ ہے جس پر ایمان لا کر ہم اپنے بہت سے کام کرتے ہیں۔ اس طرح سے میرے دوست نے آج تک سخاوت کے بہت سے کام کیے ہوں گے لیکن میرا یہ علم کہ سخاوت اس کی طبیعت کا ایک جزو ہے اور وہ آج کے بعد بھی کوئی سخاوت کا کام کرے گا مشاہداتی علم ہرگز نہیں بلکہ ایک مفروضہ یا وجدانی علم ہے ہماری ساری عملی زندگی کا دارومدار اسی قسم کے غائب از نظر ما بعد الطبیعاتی یا وجدانی حقائق پر ہے۔ مابعد الطبیعات ہماری عملی زندگی کی جان ہے اس کے بغیر ہم اپنی زندگی کے راستہ پر ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتے بعض لوگوں کو مابعد الطبیعات سے خواہ مخواہ نفرت ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی عملی زندگی مشاہداتی یا معروضی حقائق پر مبنی ہے۔ حالانکہ اگر ان کی عملی زندگی سے مابعد الطبیعات کو ایک لمحہ کے لیے بھی الگ کر دیا جائے تو ان کی بیشتر حرکات و سکنات یک دم موقوف ہو جائیں۔ ہر وہ حقیقت جس پر ہم یقین کرتے ہیں شروع میں ایک مفروضہ ہی ہوتی ہے پھر جوں جوں نئے نئے حقائق منکشف ہو کر اس مفروضہ کی تائید کرتے جاتے ہیں وہ مفروضہ ہمارے لیے ایک حقیقت میں تبدیل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس پر ہمارا یقین حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر حقائق جو آشکار ہوتے جاتے ہیں اس مفروضہ کی تائید نہ کریں تو ہم اس مفروضہ کو غلط سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں اس قسم کی ناقابل

انکار حقیقت کی ایک مثال جس پر سائنسدان ایمان بالغیب رکھتا ہے "ایٹم" ہے جس کے اندرونی نظام کو آج تک دیکھا نہیں گیا "ایٹم" کو ایک مفروضہ کے طور پر آج سے صدیوں پہلے پیش کیا گیا تھا لیکن ان کئی صدیوں میں ہم نے ایٹم کے نتائج و اثرات کا یعنی ان وحدتوں کا جن کو ایٹم کا وجدانی تصور جوڑ کر ایک نئی وحدت بناتا ہے ۔ جو تجربہ کیا ہے اس نے ایٹم بم کو آج ایک ناقابلِ انکار علمی حقیقت بنا دیا ہے اور اس حقیقت کا علم یہاں تک مؤثر ہے کہ ہمیں ناگاساکی اور ہیروشیما کو آن واحد میں تباہ کرنے پر قادر بنا سکتا ہے ۔ سائنسدان ایک مفروضہ کو جو اس کے مشاہداتی حقائق کی معقول تشریح کر رہا ہو اپنے مشاہداتی حقائق سے کم درجہ کی علمی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ۔ وہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مشاہداتی حقائق تو سائنس ہیں لیکن یہ مفروضہ جو ان کو منظم کرتا ہے یا ان کی تشریح کرتا ہے سائنس نہیں بعض وقت الگ تھلگ مشاہداتی حقائق سے زیادہ یہ مفروضہ اس کے کام آتا ہے کیونکہ اس کو اپنی تحقیق اور تجسس کو جاری رکھنے کے لیے اور نئے نئے مشاہداتی حقائق کو سمجھنے کے لیے ایک بنیادی یا راہ نما تصور کا کام دیتا ہے اور اس مفروضہ کے بغیر اس کے مشاہداتی حقائق بھی کوئی زیادہ وقعت نہیں رکھتے ۔

سائنس اور فلسفہ کا باہمی تعلق

سائنسدان وجدانی مفروضات ایجاد کرنے کی جو ضرورت محسوس کرتا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ بہت سی چھوٹی چھوٹی وحدتیں مل کر ایک بڑی وحدت بناتی ہیں اور ہم کائنات کی فطرت اور اپنی فطرت سے مجبور ہیں کہ حقائق کو وحدتوں ہی کی صورت میں جانیں اور سمجھیں ۔ ضروری ہے کہ ہماری یہ مجبوری سائنسدان کو زود یا بدیر ایک ایسے مرحلہ پر پہنچا دے جہاں اس کے دریافت کیے ہوئے حقائق کی تشریح ایک ایسے مفروضہ یا ایک ایسے وجدانی یا اعتقادی تصور ہی سے ہو سکتی ہو جو پوری کائنات کے حقائق کو متحد اور منظم کرتا ہو اور جب سائنسدان اس مفروضہ سے حقائق کائنات کی تشریح کرنے لگ جائے تو خواہ ہم اسے سائنسدان کہیں یا فلسفی دونوں صفات میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا ۔ فلسفی بھی سائنسدان کے بہم پہنچائے ہوئے حقائق کی تشریح ایک ایسے وجدانی تصور سے کرتا ہے جو اس کے خیال میں پوری کائنات کے حقائق کو ایک وحدت بناتا ہے خواہ اس کا یہ تصور روحانی ہو یا مادی ۔ ان مفروضات سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ دراصل سائنسدان اور فلسفی میں کوئی فرق

© rasailojaraid.com

نہیں دونوں کے کام کا دائرہ ایک ہی ہے اور دونوں کی علمی تحقیق اور تجسّس کا دارومدار بھی انسان کی ایک ہی استعداد پر ہے جسے ہم وجدان کہتے ہیں۔

سائنس کو اپنی ترقی کی انتہاؤں پر پہنچ کر فلسفہ بننے کے بغیر چارہ نہیں رہتا کیونکہ اگر وہ اس مرحلہ پر فلسفہ نہ بن سکے تو بے معنی ہو جاتی ہے۔ اتفاقاً اس بیسویں صدی میں سائنس اپنی ترقی کی ان انتہاؤں پر پہنچ گئی ہے جہاں اسے فلسفہ بننے کے بغیر چارہ نہیں۔ جہاں اس کے دریافت کیے ہوئے علمی حقائق کی تشریح ایک ایسے وجدانی یا اعتقادی تصور سے ہی ہو سکتی ہے جو پوری کائنات کے حقائق کو متحد اور منظم کرتا ہو۔ ہم مانتے ہیں کہ تخلیق کی تین سطحیں ہیں۔ مادہ کی دنیا، حیوانات کی دنیا اور انسانوں کی دنیا ان کے بالمقابل علم کے بھی تین ہی بڑے شعبے ہیں طبیعات، حیاتیات اور نفسیات اس صدی میں جو طبیعاتی حقائق دریافت ہوئے ہیں انہوں نے ماہرینِ طبیعات کو مجبور کر دیا ہے کہ ان کی تنظیم اور تشریح کے لیے یہ وجدانی تصور یا اعتقاد ایجاد کریں کہ کائنات کی آخری حقیقت شعور ہے کیونکہ یہ تصور کہ کائنات کی حقیقت مادی ہے جسے اب تک سائنسدان قبول کر رہے تھے، ان نئے طبیعاتی حقائق کی تشریح کرنے سے قاصر ہے اس وجدانی تصوّر یا اعتقاد کو واضح کرنے کے لیے اڈنگٹن (EDDINGTON) اور جیمز جینز (JAMES JEANS) ایسے ماہرینِ طبیعات نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ بظاہر طبیعات کی کتابیں ہیں لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ فلسفہ کی کتابیں نہیں ہیں اسی طرح سے اس صدی میں جو حیاتیاتی حقائق منکشف ہوئے ہیں انہوں نے ماہرینِ حیاتیات کو مجبور کر دیا ہے کہ ان کی تشریح اس مفروضہ یا اعتقاد سے کریں کہ کائنات کی حقیقت شعور ہے مادہ نہیں۔ اس نظریہ کی تشریح کے لیے جے۔ ایس ہالڈین (HALDANE) نے جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہی حیاتیات کی فلسفیانہ بنیاد (PHILOSOPHICAL BASIS OF BIOLOGY) ہے۔ اور پھر اس وقت نفسیات کے میدان میں جو حقائق منکشف ہو رہے ہیں وہ بھی شعور کی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ بات نہایت ہی تسلی بخش ہے کہ ماہرینِ طبیعات، حیاتیات اور نفسیات ایسے حقائق کا انکشاف کر رہے ہیں جن کی معقول اور یقین افروز تشریح کے لیے خدا کے تصوّر کے علاوہ کوئی دوسرا تصوّر کام نہیں دے سکتا اگرچہ اس تصوّر کے خلاف اہلِ مغرب فی الحال ایک دیرینہ علمی تعصّب میں مبتلا ہیں۔

com